ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

الحکم

نمبر ۲۰ | قادیان دارالامان - ۹ - جون ۱۸۹۹ء مطابق ۲۹ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ | جلد ۳

حضرت اقدس کی پاک باتیں۔

۱۔ دعا کے بعد جلدی جواب ملے تو عموماً اچھا نہیں ہوتا۔ توقف کامیابی کا موجب ہوتا۔ $\frac{2}{98}$ ۵

۲۔ خدا تعالے کا بظاہر تلون بھی رحمت ہے۔ $\frac{2}{98}$ ۵

۳۔ دنیا کی دولت سلطنت اور شوکت رشک کا مقام نہیں ہے مگر رشک کا مقام دعا ہے۔ $\frac{2}{98}$ ۲۲

۴۔ یہ ملک بہت ہی قابل رحم ہے۔ اسلام صرف رسمی طور پر رہ گیا ہے۔ خدا تعالے نے بڑا احسان کیا ہے جو اپنا نذیر اس ملک میں بھیجا۔ اگر کوئی حاملہ عورت مرجاتی ہے تو ہندوؤں کی طرح اسکی قبر کے گرد کیلیں ٹھونکتے پھرتے ہیں۔ ملاں صاحب اس کام کے لئے ٹھہر لیتے ہیں۔ انکا یہ حال ہے کہ کوئی کچھہ کرالے مگر اجرت دیدے یہانتک کہ مکرر نکاح پڑھا دیتے ہیں۔ $\frac{2}{2}$ ۲۳

۵۔ مرید و مرشد کے تعلقات ایسے ہوتے ہیں کہ ماں باپ اولاد کو اتنا عزیز نہیں سمجھتے جتنا مرشد مرید کو جانتا ہے۔ ماں باپ جسمانی تربیت اور تعلیم کے لئے کوششیں کرتے ہیں مگر مرشد مرید کی روحانی پیدایش کا موجب ہوتا ہے اور اسکی اندرونی تعلیم اور تربیت کا ذمہ دار ہے۔ بشرطیکہ راستباز ہو اگر ریاکار اور دھوکہ باز ہو تو وہ دشمن سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ $\frac{2}{98}$ ۲۴

مولوی نورالدین صاحب کے اقوال

راستباز کی شناخت کا ایک معیار یہ بھی ہے (۱) پہلے بھلوں اور راستبازوں سے اس کا مقابلہ کرو۔ (۲) بروں بھلوں میں جنگ رہی ہے، نتیجہ بھلوں کے حق میں ہوتا ہے۔ (۳) عام نشان اسکی جماعت ہی بنتی ہے اور دشمن تباہ ہوجاتے ہیں۔ $\frac{2}{98}$ ۲۴

حنفی کسکو کہتے ہیں؟

ابھی امام صاحب بیعت نہ لیتے تھے ان دنوں میں ایک بار مجھہ سے کہا کہ تم اشتہار دو کہ میں حنفی ہوں۔ میں نے اشتہار لکھکر بھیجدیا جس کا عنوان یہہ تھا کہ "بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید" لیکن پھر جب میں قادیاں آیا تو آپ نے وہ اشتہار نکال کر دیا اور کہا کہ اسکو پھاڑ ڈالو۔ میں نے پھاڑ دیا۔ پھر فرمایا کہ حنفی کس کو کہتے ہیں میں نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کیا کرتے تھے میں نے کہا جہاں نص پاتے تھے عمل کرتے تھے اور جہاں نص نہ پاتے تھے اجتہاد کرتے تھے۔ فرمایا کہ یہی مومن کا کام ہے اور یہی حنفی ہوتا ہے۔ $\frac{11}{99}$ ۱۴

مجھے کسی شرعی مسئلہ میں نیز جزئیات میں کبھی وسوسہ نہیں آتا۔ $\frac{3}{99}$ ۲۵

ایڈیٹوریل جملے

ایدناہ بروح القدس

حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت قرآن کریم نے منجملہ اور باتوں کے یہہ بھی فرمایا ہے کہ ایدناہ بروح القدس یعنے ہم نے اسکو روح القدس سے مؤید کیا۔ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کی نسبت خصوصیت سے یہہ ذکر کیا گیا ہے اور عیسائی بھی عموماً مسیح کی فضیلت میں اُسے پیش کیا کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو یہود اور نصاریٰ کی افراط تفریط کا رد منظور ہے اور ان پاک الفاظ میں اُنکے خیالات فاسدہ کا استیصال کیا ہے کیونکہ یہ دونوں قومیں حضرت مسیح کو مکالمہ الہیہ سے مشرف اور فیضیاب نہیں سمجھتیں۔ یہود تو اس لئے کہ وہ سرے سے ہی انکی نبوت کا انکار کرتے ہیں اور عیسائیوں نے کچھہ تو انکو فرضی خدا قرار دیکر مکالمہ الہیہ سے دور پھینکا [illegible] کچھہ لعنتی لعنت کا مصداق قرار دیکر خدا سے دور کر دیا۔ چونکہ خدا تعالیٰ کو اپنے برگزیدہ نبی کی [illegible] کرنے خصوصیت کے ساتھہ [illegible] روح القدس لکھکر عیسائیوں اور یہود کے اعتقادات کا [illegible] باطل [illegible]

[illegible]

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

مندرجہ بالا دو باتیں میزان عمل میں بہت وزن رکھتی ہیں۔ اور ان ہر دو کلمات کے اجزا گویا ثابت شدہ صداقتیں ہیں کہ انپر کسی بحث کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ دنیا کی ہر ایک چیز خواہ وہ زمین میں ہے یا اوپر آسمان میں اللہ تعالے کی تنزیہہ اور تحمید کر رہی ہے۔ خود لفظ اللہ جو اللہ تعالے کا اسم اعظم اور ذاتی نام ہے تمام محامد کو اپنے اندر رکھتا ہے اور تمام نقائص سے اپنے تئیں مبرا ٹھہراتا ہے۔ کسی نے کیا سچ کہا ہے ؎

ہر گیا ہے کہ از زمیں روید
وحدہ لا شریک لہٗ گوید

ان جڑی بوٹیوں کو دیکھو جو خاک کی ڈھیری سے پیدا ہوتی ہیں بلکہ بعض اوقات براز کی کھاد کے اندر سے نکلتی ہیں۔ لیکن کیسی مصفا اور خوشرنگ ہوتی ہیں جنکو دیکھکر آنکھوں میں طراوت اور دل میں قوت آتی ہے۔ یہ کس کی تسبیح ہو رہی ہے؟ اُسی ذات پاک کی! انسان کے اندر غور کرو کیسا تنزیہہ کا سلسلہ جاری ہے۔ خون الگ ہو رہا ہے۔ بول الگ ہو رہا ہے۔ براز کے لئے الگ راہ ہے۔ پسینہ الگ نکل جاتا ہے۔ پھر وہی خون کسی حصہ میں پہونچکر انسان کی پرورش کا ذریعہ بنتا ہے اور ماں کی چھاتیوں میں سے مصفا دودہ کی نہروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن کیا مجال کہ اُس دودہ میں وہ خون کی سی حدت و سرخی ہو جو بالطبع انسان کو نفرت دلاتی ہے۔ کسی حصے میں پہونچکر انسان کی اصل یعنے نطفہ بنتا ہے جس سے ایک عالی خیال۔ پر غور طبیعت کا انسان بنجاتا ہے۔ کیا یہ ہر ہر چیز خدا کی تسبیح اور تنزیہہ نہیں کرتیں؟ بے شک کرتی ہیں اور ہر آن کرتی ہیں۔

مویشیوں کو دیکھو کہ وہ گھاس پھوس کھاتے ہیں لیکن انکی اندرونی مشین اس گھاس سے گوبر الگ اور دودہ الگ نکال کر رکھدیتی ہے۔ بتلاؤ تو سہی یہ تنزیہہ الٰہی نہیں تو کیا ہے؟

پھر دودہ کو دیکھو کہ اس کا خلاصہ یا عطر کبھی ملائی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور کبھی مکھن بنکر جلوہ گر ہوتا ہے۔ غرض جدھر دیکھو ادھر ہی سے **سبحان اللہ وبحمدہ** کی آواز کان میں آئے گی۔ مگر کان سننے والے ہوں۔

درختوں پر نظر کرو کیسے کیسے خوشنما پھل پھول کس ترتیب اور انداز سے نکلتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ ایک پھول کی بناوٹ پر غور کریں تو بے اختیار سبحان اللہ کہنا پڑتا ہے۔

المختصر۔ سبحان اللہ وبحمدہ کا مضمون جیسا ہم نے کہا ایک ثابت شدہ صداقت ہے۔ اس کا مفہوم اور مطلب کیا ہے؟ کہ ہر عیب و نقص سے منزہ اور مبرا اور تعریف و ستایش کے قابل صرف ایک ہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے۔

پھر دوسرا جزو ہے **سبحان اللہ العظیم** تمام عظمت و عزت اسی خدا کو شایان ہے جو مندرجہ بالا صفات سے موصوف ہے۔ وہ خدا جو تمام خوبیاں اپنے اندر نہیں رکھ سکتا یا نہیں رکھتا وہ ناقص ہے اور تسبیح۔ تحمید اور تعظیم کے مراتب اسکی شان کے لائق نہیں ہو سکتے۔

مثلاً اگر کوئی خدا ایسا ہو کہ وہ ایک ذرہ بھی دنیا میں پیدا نکر سکے یا کسی اپنے اعلیٰ درجہ کی ہمہ تن محو پریمی اور بھگت کو بھی ہمیشہ کے لئے نجات کا وارث اور نور کا فرزند نہ بنا سکے تو وہ سبحان اللہ وبحمدہ کا مصداق کہاں ہوا اس کے لئے وہ عظمت تامہ کا درجہ کہاں نصیب۔ تو پھر بتلاؤ کہ کیا ایک آریہ یہ اعتقاد رکھکر سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم خدا کا قائل ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔

یا مثلاً برہمو کہتا ہے کہ خدا تعالے نے انسان پر اپنی مرضی اپنے کلام کے ذریعہ ظاہر نہیں فرمائی۔ تو وہ کیونکر تسبیح الٰہی کا مدعی ہو سکتا ہے؟ اور اپنے دل کو عظمت الٰہی کے تخت کے سامنے جھکا سکتا ہے۔

نادان عیسائی جبکہ مانتا ہے کہ خدا عادل ہے پر اوروں کے بدلے اپنے اکلوتے بیٹے (معاذ اللہ منہا) کو پھانسی دلاتا ہے تو ایسے عدل اور رحم کا محتاج خدا کیا خدا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر رافضی جو خدا کو ایسا خدا مانتا ہے کہ وہ اپنے پاک اور مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد سے قاصر رہا اور اس کے گرد اگرد (نقل کفر کفر نباشد) منافقوں کا گروہ جمع رہا کب سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم کا لطف اٹھا سکتا ہے؟ ممکن نہیں۔

پس سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم کہتے ہو تو اللہ تعالے کی عظمت اور قدوسیت کے سامنے سجدہ کرو۔ اوسے وحدہ لا شریک خدا مانو۔ کسی کو خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو اسکی سی عظمت اور قدرت نہ دو۔ وہ خالق کل شے ہے۔ پھر کوئی دوسرا کخلق اللہ کب خلق کر سکتا ہے۔

(احیاء موتے خدا کے ہاں اہم خدا کی جو سبحان اللہ العظیم کا مصداق ہے) صفت ہے۔ پھر عاجز مسیح مرا ہے کیونکر زندہ کر سکتا ہے اور پھر اسی طرح جیسے خدا کرتا ہے خدا کی حکومت کا جوا گردن پر رکھلو اسکی عظمت کے ماتحت چلو راحت اسی میں ہے۔ اللہ تعالے ہمکو اور ہمارے پڑھنے والے احباب کو توفیق دے کہ ہم سبحان اللہ وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم نہ صرف زبان سے کہتے ہوئے بلکہ روح کے ساتھ بولتے ہوئے اللہ کریم کے تخت جلال کے سامنے سجدے کریں اور اُس نبی کریم پر درود پڑھیں جس نے اللہ تعالے اور اسکی صفات کا مسئلہ پاک اور سچی صورت میں ہمکو سمجھایا۔ آمین

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ

مندرجہ بالا الٰہی ارشاد میں تقویٰ اللہ کی ہدایت ہوئی ہے یعنے مومنو! خدا سے ڈرو۔ تقویٰ اللہ کے مدارج اور قرآن کریم میں تقویٰ اللہ کی تفسیر مختلف مقامات میں درج ہے۔ جسپر اسوقت بحث نہیں کرینگے صرف خشیت الٰہی پر مختصر سی بحث کیجائیگی۔ مومنو! خدا سے ڈرو!! ہم جب کبھی اس آیت کو سنتے ہیں یا پڑھتے ہیں تو جو باتیں دل میں علی العموم گذرتی ہیں انکا اظہار اپنے فائدہ اور ناظرین کے افادہ کی خاطر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

خدا سے ڈرو - اس لفظ کے کیا معنے
ہیں خدا سے ڈرنا اس قسم کا ڈرنا مراد نہیں
جیسے کبوتر بلی کو دیکھکر آنکھیں بند کر لیتا ہے
اور کہتا ہے کہ بلی مجھے نہیں دیکھتی - خدا
کوئی ہوّا نہیں!!! وہ تو ایک پیاری اور
دلکش بلکہ محبت مجسم ہستی ہے - پھر اس کو
ہوا قرار دینا یہ دانشمندی نہیں - پھر اتقوا اللہ
سے کیا مراد ہوئی؟ اتقوا اللہ سے مراد یہی
ہے کہ اوامر الٰہی کی تعظیم کریں یعنے اس کے
اوامر پر عمل کریں اور نواہی سے بچیں - اگر
یہ بات نہیں تو پھر سچ سمجھو کہ ہم میں خشیت
بھی نہیں اور ہمارے دل اس پر ہیبت و
جلال ہستی کے تحت حکومت سے باغی ہیں
اور اس سزا کے مستحق ہیں جو باغی کو مل
سکتی ہے -

خدا نے ہم کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ اسکے
فضل و کرم سے حصہ لیں اور اپنے تئیں اس
قابل بنائیں کہ اس کے حضور نہایت عزت
و احترام سے جا سکیں - کون کہہ سکتا ہے
کہ باپ اولاد سے پیار نہیں کرتا - کرتا ہے
اور ضرور کرتا ہے - لیکن جس طرح ناخلف
اور بدمعاش بیٹا محروم الارث ہو کر کٹ جاتا ہے
اسی طرح سے وہ ناعاقبت اندیش بدکار
کٹ جاتا ہے جو خدا کی حکومت سے باغی
ہے -

ہم نے کہا ہے کہ تقویٰ اللہ کے مدارج
مختلف ہیں - لیکن تقویٰ کی عام راہیں یہہ
ہیں کہ انسان کان کو بری اور لغو باتیں سننے
سے محفوظ رکھے - زبان کو مذلیات اور ناشائستہ
الفاظ سے روکے - آنکھوں کو بد نظری اور بدکاری
کی راہوں سے بچائے - ہاتھوں کو ہر قسم کے
ظلم و جبر سے بچائے اور پاؤں کو گندے اور
ناپاک راہوں پر چلنے سے روکے - غرض
اپنے ہر ایک قویٰ اور اعضاء کو خواہ وہ
خارجی ہو یا اندرونی ایسے ارادوں اور
ارتکابوں سے جو الٰہی نارضامندی کا موجب
ہوں روکے - ہاں یہ بھی لحاظ رکھنا جائے
کہ یہ سب باتیں اس پاک نمونہ کے مطابق
ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
نمونہ ہے - اور محض اخلاص سے ہوں یعنے
اللہ تعالےٰ ہی کے لئے ہوں -

سلیمان علیہ السلام کہتے ہیں - خدا کا
خوف حکمت کا شروع ہے" - اور قرآن کریم
کے پر غور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ:-
انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء
اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والے ہی عالم ہیں -
اس سے پتہ لگتا ہے کہ تقویٰ اللہ جسکو
خشیت الٰہی کا مترادف بھی ایک معنے سے
کہہ سکتے ہیں ایک ایسی چیز ہے جو حکمت
کے دروازے کھول دیتا ہے - اور علم کی
راہیں انسان پر وسیع کر دیتا ہے - علوم
حقہ اور حق و حکمت کے حصول کے ذرایع
معتبرہ میں سے تقویٰ اللہ ایک ضروری چیز
ہے - قرآن کریم نے صاف شہادت بھی
دی ہے :- اتقوا اللہ ویعلمکم اللہ -

غرض تقویٰ بڑی چیز ہے - ہمارے استاد
مولانا مولوی نور الدین صاحب فرمایا کرتے ہیں
کہ گناہوں سے بچنے کے لئے خدا تعالےٰ کا
خوف بھی ایک مجرب نسخہ ہے - حقیقت میں
یہ سچی بات ہے - اگر انسان خدا تعالےٰ کو
ذو الانتقام - قادر - مقتدر - قدوس - اور
گناہوں سے متنفر ہستی خیال کرے اور
مالک یوم الدین سمجھے تو ضرور ضرور گناہوں
سے نفرت پیدا کر لے - اللہ تعالےٰ ہم کو
اور ہمارے پڑھنے والوں کو توفیق دے
کہ تقویٰ اللہ کی راہوں پر چلیں - آمین

دنیا کے کل مذاہب حقہ اور باطلہ میں ایک فیصلہ کرنے والا معیار

قرآن کریم کا یوں تو ایک ایک لفظ مذاہب
باطلہ اور ملت حقہ میں فیصلہ کن ہے لیکن
قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت بھی اپنے
ان عجائبات کی وجہ سے جو اسکے اندر ہیں
ایک کامل معیار ہے :-
اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ انی متوفیک
ورافعک الیّ ومطہرک من الذین
کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق
الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ -
یعنے جب کہا اللہ تعالےٰ نے اے عیسیٰ
میں تجھکو موت دینے والا ہوں اور اپنی
جناب کی طرف رفعت دینے والا ہوں
اور تجھے کافروں کی ناپاک تہمتوں اور
الزاموں سے) پاک کرنے والا ہوں اور
تیرے ماننے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ تیرے
منکروں پر حکمران رکھوں گا"

سورہ آل عمران کے اس رکوع میں جس
میں یہ آیت شریف ہے بے انتہا عجائبات ہیں
خدا کی ہستی پر دلیل - رسول کی رسالت حقہ پر
گواہی - کتاب کا منجانب اللہ ہونا ہر سہ امور کو
بڑی زبردست دلیل کے ساتھ یکجائی طور پر
ثابت کیا ہے -

اس آیت میں چار امر بیان فرمائے ہیں -
اولاً مسیح علیہ السلام کا طبعی موت سے وفات
پانا یعنے ایسے طور پر وفات پانا کہ دشمنوں
کے قابو میں نہ ہوں - کیونکہ دشمن کے ہاتھ
میں مرنا گو ایک قسم کی موت ہی ہوتی ہے مگر اسمیں
ایک ذلت اور خفت ہوتی ہے جس سے
بچا لینے کا خدا تعالےٰ وعدہ فرماتا ہے اس کا
ثبوت مفصل طور پر اگر بیان کریں تو ایک
کتاب بکار ہو - اس لئے قرآن کریم سے خود
مسیح علیہ السلام کا اقرار ہی ہم بیان کریں گے
اور وہ یہہ ہے فلما توفیتنی کنت انت
الرقیب علیہم - جب تو نے مجھے وفات
دیدی تو ہی ان پر نگران تھا - اس آیت میں
خود مسیح علیہ السلام اپنی موت کو اللہ تعالیٰ
سے منسوب کرتے ہیں اور اس آیت وعدہ
میں خدا اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور
واقعات عظیمہ نے اس امر کو اور بھی اچھی طرح
ثابت کر دیا ہے جن سے معلوم ہو گیا ہے
کہ انہوں نے سری نگر میں آکر وفات پائی
(چنانچہ یہ مفصل بحث مسیح ہندوستان
میں ہو گی -

ثانیاً رافعک الیّ - مسیح کا رفع الی اللہ
اس کا ثبوت بھی قرآن میں موجود ہے بل
رفعہ اللّٰہ الیہ -

ثالثاً مطہرک من الذین کفروا - یہہ
ایک بدیہی بات ہے جب اللہ تعالےٰ نے
انکو عزت سے وفات دی تو وہ جو قتل صلیب
سے لعنت کا مورد بناتے تھے اس سے پاک
کیا -

رابعاً متبعان مسیح کا قیامت تک منکروں

پر غلبہ - یہہ ایک ایسا پکا گر اور اصول ہے جس سے قرآن کریم کی صداقت - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت - خدا تعالےٰ کی فوق الفوق ہستی اور مسیح علیہ السلام کی تطہیر کامل طور پر ثابت ہوتی ہے۔

اب ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ مسیح کے حقیقی متبعین مسلمان ہیں اور منکران حقیقی یہود ہیں - پس مسیح کے اولاً بالذات قایل یعنے مسلمان اس کے بالذات منکروں پر حکمران ہیں - کیونکہ یروشلم جو یہودیوں کا قبلہ ہے وہ مسلمانوں کے تحت حکومت میں ہے اور مرکز پر مسلمانوں کی حکومت گویا یہودیوں پر حکمرانی ہے - پھر دوسرے درجہ پر مسیح کے قائل ہیں عیسائی - اور دوسرے درجہ کے منکر مجوس اور ہنود اور یہ منکر علی العموم عیسائیوں کے ماتحت ہیں۔

اب یہ واقعہ صحیحہ کیونکر رد ہو سکتا ہے پس اس ایک امر سے امور ثلاثہ سابقہ وفات طبعی - رفعت الی اللہ - تطہیر بھی بخوبی ثابت ہوتی ہے - اور قرآن کریم جس نے یہ واقعہ بیان فرمایا ہے اسکی صداقت کی دلیل ٹھہرتی ہے - آریہ کو یہ ملزم کر سکتی ہے اور دہریہ پر یہ حجت ہے - رہی یہہ بات کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں کون سچا ہے اس کا جواب اس سے آگے خود خدا تعالےٰ نے دیا ہے جو اسوقت ہمارا مقصود نہیں ہے - غرض یہ آیت مذاہب باطلہ اور حقہ میں ایک بیّن نشان ہے۔ سوچو اور غور کرو!

عبد الرحمٰن

نمبر ۶

(سلسلہ کے لئے دیکھو اخبار الحکم ۱۷ فروری ۱۸۹۹ء)

اس سے پچھلے نمبر میں ہم نے عباد الرحمٰن کی پانچویں چھٹی اور ساتویں صفت پر بحث کی ہے - چونکہ ان تین عظیم الشان صفات پر حسنات کا مدار اور دوسرے پہلو سے یعنے انکے خلاف عامل ہونے سے جرائم اور بدکاریوں کو ترقی ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے عباد الرحمٰن کی آٹھویں علامت کے بیان کرنے سے پہلے ان ثمرات کو بیان کیا ہے جو ان کے خلاف بیان کرنے سے پیدا ہوتے ہیں اور پھر ان بدنتائج کا علاج بیان کیا ہے - کیونکہ اگر اس زہر کا کوئی تریاق نہ ہوتا تو ایک بڑی بھاری مایوسی اور نامرادی پیدا ہو کر انسان کی زندگی اسپر دوبھر کر دیتی اور خودکشی جیسے خوفناک اور مکروہ مسئلہ کا جواز ماننا پڑتا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے محترم ناظرین کے ذہن میں وہ صفات ثلاثہ مستحضر ہوں گی اور نہیں تو سلسلہ قائم کرتے وقت معلوم ہو سکتی ہیں۔

ہم نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ ان ہر سہ صفات میں سے لا یدعون مع اللہ الہاً آخر والی صفت بطور ایک اصل درخت کے ہے اور زنا سے بچنا اور قتل نفس سے پرہیز اس کے دو بڑے تنے ہیں - اور انکا تعلق شرک سے ہے - انکے ارتکاب پر جو ثمرات مترتب ہوتے ہیں ان کا ذکر اب آتا ہے۔

زنا اور قتل نفس کے خطرناک ثمرات

ومن یفعل ذالک یلق اثاماً یضعف له العذاب یوم القیامة ویخلد فیه مهانا - یعنے جو کوئی بندوں میں سے ایسی کرتوت کرتا ہے وہ بڑی سخت بدکاری میں گرفتار رہوا - ایسے بدکار کے لئے عذاب بڑھا - اور ذلیل و خوار ہو کر اس عذاب میں رہ پڑا

اس امر کا اظہار ہم پچھلے نمبروں میں بخوبی کر آئے ہیں کہ قتل نفس بغیر حق اور زنا کا تعلق باہم بڑا زبردست ہے - زانی کو عورت ہو یا مرد اپنی برائی کے چھپانے کے لئے اسقاط - مانع حمل ادویات کا استعمال وغیرہ وغیرہ خطرناک منصوبے کرنے پڑتے ہیں اور کبھی کبھی ان لوگوں کو جو انکی راہ کا پتھر ہوتے ہیں قتل کرنے کی تدبیریں سوچنی پڑتی ہیں - غرض زنا ایک ایسی چیز ہے کہ وہ قتل انسان بغیر حق کا ایک باعث ہو جاتا ہے - یضعف سے مراد زیادتی عذاب ہے کہ دو چند - اور یہ بدیہی بات ہے۔

بدکار زانی کا دل کب راحت پا سکتا ہے جبکہ ہر آن اُسے گھبراہٹ اور خوف افشا حیران کرتا رہتا ہے اور اسپر آتشک سوزاک کے امراض کا پیدا ہونا ہر آن ایک نئی موت اور تکلیف اسپر وارد کرتا ہے - مگر کیا کسی خطا کار کے لئے آخری اور انتہائی حد یہی عذاب ہے؟ اور وہ ایک عرصہ معینہ کی بدی کے لئے ابدی سزا کا مستوجب ہو گیا؟

نہیں! نہیں!!

اس کے لئے ابھی راحت کا سامان اور ذریعہ موجود ہے وہ کیا؟

الا من تاب وآمن وعمل عملاً صالحاً فاولئك یبدل الله سیاٰتهم حسنات وکان الله غفوراً رحیما۔

لیکن ہاں جس نے بدی کو چھوڑ دیا اور تمام بھلائیوں کی اصل ایمان کو اختیار کر لیا اور اختیار ایمان کا ثبوت اپنے اعمال سے دیا یعنے اچھے عمل کئے ایسے لوگوں کی برائیاں جاتی رہتی ہیں اور ان کے بدلہ میں نیکیاں آ جاتی ہیں اور اللہ تو ہر تائب کی توبہ قبول کرنے والا اور اسکی توبہ پر رحم کرنے والا ہے

توبہ کیا ہے؟

توبہ سے مراد وہی ہے جو اسی آیت میں آمن وعمل عملاً صالحاً الی الآیہ میں بیان ہوئی ہے چور کی توبہ چوری کا چھوڑ دینا ہے - زانی کا عفت اختیار کر لینا اور ہر بدکار کا بدکاری چھوڑ دینا ہے - زبان سے توبہ توبہ کہنے سے کچھ فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا - اور بدیوں کے چھوڑ دینے پر انکی تبدیلی نیکیوں سے ہو جانا ایک امر واقعی ہے - اس پر کسی فلسفیانہ بحث کی حاجت نہیں - جب ایک زانی نے عفت اختیار کی تو کون کہہ سکتا ہے کہ اسکی بدی نیکی سے نہیں بدلی۔

اس مقام پر اللہ تعالےٰ کی صفت رحیمیت کا اظہار صاف بتلا رہا ہے کہ یہاں عمل بکار ہے - اسی مضمون کو وسیع کر کے پھر اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا ہے کہ توبہ کیا چیز ہے؟ ومن تاب وعمل صالحاً فانه یتوب الی الله متابا - جو کوئی بدی کو چھوڑ کر بھلے کاموں کی طرف متوجہ ہوا وہی اللہ تعالےٰ کی طرف سچے معنوں میں تائب ہوا اس سے صاف صاف لفظوں میں معلوم ہوا کہ کسی فعل بد سے توبہ کرنے سے یہی مراد ہے کہ اسکو ترک کر کے بالمقابل حسنات پر

مشاہیر اسلام کی سوانح عمریاں

امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امام موسیٰ عبد صالح لکھکر پکارے جاتے تھے۔ ایک دفعہ وہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور اول شب سجدہ میں جاکر عظم الذنب عندی فلیحسن العفو من عندک یا اہل التقویٰ ویا اہل المغفرۃ۔ بار بار اسی کو کہے جاتے تھے حتی کہ صبح ہوگئی۔

سخی وجواد بہت ہی تھے۔ جب سن لیتے کہ فلاں شخص تنگدست ہے تو ایک تھیلی اس کے پاس بھیجدیتے۔ عموماً یہ عادت مبارک تھی کہ دوسو تین سو چارسو اشرفیوں کی تھیلیاں بنا لیتے اور مدینہ منورہ کے غربا کو تھیلیاں ہی تقسیم فرمایا کرتے۔ مدینہ منورہ میں قیام تھا۔ مہدی خلیفہ بغداد نے بلاکر حبس میں بھیجدیا۔ ایکرات کو امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا مہدی کو فرمارہے ہیں فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم۔ (ترجمہ) کیا تم اگر والی بنجاؤ تو قریب ہو اس بات کے کہ زمین فساد کرنے لگو اور رشتوں کو قطع کردو۔ ربیع (وزیر مہدی) کہتا ہے کہ رات کو ہی میرے پاس آدمی پہنچا کہ خلیفہ بلاتے ہیں۔ میں ڈرگیا۔ وہاں پہونچا تو دیکھا مہدی یہی آیت پڑھ رہا تھا۔ چونکہ آواز کا اچھا تھا اس لئے عجب اثر معلوم ہوتا تھا۔ مجھے دیکھکر کہا کہ موسیٰ بن جعفر (رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ۔ میں انکو حبس سے لے آیا۔ مہدی نے معانقہ کیا اور انکو اپنے برابر بٹھلایا اور بیان کیا کہ میں نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں اس طرح پر دیکھا ہے کیا آپ مجھکو اطمینان دلا سکتے ہیں کہ آپ یا آپ کی کوئی اولاد مجھپر خروج نہ کریگی۔ فرمایا بخدا میں نے پہلے کبھی اس کا ارادہ نہیں کیا۔ اور نہ میری یہ شان کہ میں خروج کروں۔ کہا آپ سچ فرماتے ہیں۔ پھر وزیر سے کہا کہ تین ہزار اشرفی آپ کو دو اور مدینہ کو جہاں آپ کے اہل وعیال ہیں بھیجدو۔ ربیع کہتا ہے کہ میں نے صبح کو انکے سفر کی تیاری کرنی چاہی۔ معلوم ہوا وہ روانہ ہوچکے تھے۔ مدینہ منورہ میں ہارون الرشید کے زمانہ تک باامن وامان رہے۔ جب ہارون رشید سنہ ۱۷۹ ہجری میں عمرۂ رمضان کرکے واپس بغداد کو آنے لگا تو آپکو ساتھ لے آیا اور یہاں لاکر حبس میں بھیجدیا۔ حبس میں ہی آپ نے انتقال فرمایا۔

خطیب کا ہی بیان ہے کہ ہارون رشید حج کے بعد روضہ نبوی کی زیارت کو گیا۔ روضہ کے پاس ہی اعیان قریش وسرداران قبیلہ اور حضرت موسیٰ کاظم بیٹھے ہوئے تھے۔ ہارون رشید نے حاضرین پر اپنا فخر جتلانے کے لئے کہا۔ السلام علیک یا رسول اللہ یا ابن عمی! اے رسول خدا اے چچا کے بیٹے آپ پر سلام ہوجیو!! حضرت موسیٰ کاظم بولے۔ السلام علیک یا ابت۔ بابا جان آپ پر سلام ہو۔ سنکر ہارون رشید کے چہرہ کا رنگ اڑگیا اور کہا بیشک یہہ فخر پورا پورا ہے۔

مسعودی مروج الذہب میں لکھتا ہے کہ عبداللہ خزاعی ہارون رشید کا کوتوال تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ہارون رشید کا آدمی رات کو ایسے وقت میرے پاس آیا کہ کبھی نہ آیا تھا اور پھر مجھے کپڑے پہننے تک کی اس نے مہلت نہ دی اور ساتھ ہی لے لیا۔ مجھے نہایت خوف پیدا ہوا۔ جب میں محل کے قریب پہنچا تو ایک خادم نے دوڑ کر میرے آنے کی اطلاع کی۔ جب اجازت ہوگئی تو میں اندر گیا۔ میں نے دیکھا کہ ہارون بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے سلام کیا۔ ایک گھڑی تک کچھ جواب نہ دیا۔ تب تو میرے ہوش جاتے رہے اور سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد خلیفہ بولا۔ عبداللہ تو جانتا ہے کہ میں نے تجھے کیوں طلب کیا ہے۔ میں نے عرض کی نہیں یا امیر المومنین۔ کہا میں نے ابھی ایک حبشی کو خواب میں دیکھا جس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار ہے وہ کہہ رہا ہے یا تو اسیوقت موسیٰ کاظم کو چھوڑدے ورنہ تجھے ابھی اسی تلوار کیساتھ قتل کرتا ہوں۔ پس تو جا اور موسیٰ کو قید سے چھوڑدے۔ میں نے کہا کہ کیا آپ یہہ حکم دیتے ہیں کہ موسیٰ بن جعفر (رضی اللہ عنہ) کو چھوڑدوں۔ کہا ہاں۔ میں نے تین دفعہ اسی طرح کہلا لیا۔ تیسری دفعہ ہارون رشید نے کہا ہاں اسیوقت جاکر چھوڑدے اور تیس ہزار درہم بھی ان کو دیدے اور میری طرف سے یہ بھی کہدے کہ اگر آپ یہاں ٹھہرنا پسند کریں تو یہاں ٹھہریں۔ آپ کے جملہ مصارف اور ضروریات کا میں ذمہ دار ہوں گا۔ اور اگر آپ مدینہ جانا چاہیں تو وہاں تشریف لیجائیں۔ عبداللہ کہتا ہے کہ جب میں مجلس میں پہونچا تو امام موسیٰ مجھے دیکھکر کھڑے ہوگئے۔ شاید انھوں نے سمجھا کہ میں انکی نسبت کوئی مکروہ حکم لیکر آیا ہوں۔ میں نے عرض کی کہ آپ خوف نہ کریں میں تو آپ کے چھوڑنے کے لئے آیا ہوں۔ پھر میں نے عرض کی کہ آپ کے معاملہ میں میں نہایت حیران ہوں۔ فرمایا میں یہاں سویا پڑا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ فرمایا موسیٰ! تو مظلوم ہوکر زندان میں پڑا ہے یہہ کلمات پڑھ! پھر اسی رات یہاں سے رہائی پائے گا۔ کوتوال نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ کلمات تو بتلادیجئے۔ فرمایا یا سامع کل صوت ویا سابق الفوت ویا کاسی العظام لحما ومنشرھا بعد الموت اسألک باسمائک الحسنیٰ وباسمک الاعظم الاکبر المخزون المکنون الذی لم یطلع علیہ احد من المخلوقین یا حلیما ذا اناۃ لا یقویٰ علی آیاتہ یا ذا المعروف الذی لا ینقطع ابدا ولا یحصیٰ عددا فرج عنی۔ میں نے یہی پڑھا اور اس کا یہہ نتیجہ تم نے دیکھا۔ آپ کی ولادت مدینہ میں یوم سہ شنبہ قبل طلوع شمس (یا بقول خطیب سنہ ۱۲۸ھ) کو ہوئی۔ اور انتقال بغداد میں ۲۵ رجب سنہ ۱۸۳ھ کو ہوا۔ بعض کا بیان ہے کہ آپکو زہر دیا گیا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ کی کنیت ابوالحسن لقب کاظم ہے۔ اور ائمہ اثنا عشر میں آپ ساتویں امام ہیں۔ راقم قاضی محمد سلیمان عفی عنہ منصورپوری

مذہبی دنیا

انگلستان۔ لندن میں کیتھولک عیسائیوں کا سرگروہ پادری ڈاکٹر بلارنے بیان کیا ہے کہ انجیل کے رو سے جنگ کی ممانعت نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی رائے ہے کہ ایک گال پر تھپڑ لگانے والے کے روبرو دوسرا گال

کردینے کا مسئلہ عیسائی پادریوں کے کام سے تعلق رکھتا ہے۔ سلطنتوں اور دیگر کاروبار سے اس کا تعلق نہیں ہے"۔ کیا خوب! خوب تفسیر کی گئی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا عیسائی پادری واعظ اس پر عمل بھی کرتے ہیں؟ ہم نے بیسیوں پادری دیکھے ہیں جو صرف بحث سے تنگ آکر پولیس کی دھمکیاں دیا کرتے ہیں اور بعض اوقات مکہ بازی پر بھی اتر آتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ انجیل کی تعلیم کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ جسکی تعمیل ناممکن بلکہ محال مطلق ہے۔ اور انجیل کی موجودہ تعلیم کے غیر یقینی اور صحیح نہ ہونے کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہوسکتی ہے۔ صلیبی لڑائیوں کی تاریخ اور سپین میں عیسائیوں کی دست درازیوں کے واقعات سے آگاہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ مذہب کو کیا سمجھا گیا تھا بہرحال ہم یہہ کبھی بھی ماننے کو طیار نہیں اور نہ کوئی دانشمند کبھی مان سکے گا کہ موجودہ اناجیل کی تعلیم پادریوں کی اس تعلیم کے موافق ہے جو وہ اپنے قول و فعل سے تبلا رہے ہیں۔

جاپان کے بُدھ اب عیسائی یورشوں سے گھبرا رہے ہیں۔ اسوقت عیسائی پادریوں کی کوششوں کو کسی قدر محدود کرنے کے لئے بودھ پجاریوں کی طرف سے جدوجہد ہورہی ہے۔ جاپان کے بڑے بدھ گوروؤں نے ایک ہزار روپیہ کولمبو (لنکا) کی بدھ سوسائٹی کو بھیجکر انھیں زیادہ کوشش کرنے کی ترغیب دی ہے۔

اسوقت ولایت میں جو بحث مذہبی رسوم پر چھڑ رہی ہے وہ کسی قدر ہمارے لئے بھی مفید ہوسکتی ہے۔ ایک طرف تو ہر ایک قسم کی رسوم شان و شوکت کو پوپ ازم کے نام سے پکارا جاتا ہے اور دوسری طرف کہا جاتا ہے کہ شان و شوکت سے مذہبی رسوم کا بڑا اعلیٰ اثر پڑتا ہے اسپر ایک آریہ اخبار کہتا ہے کہ ہمارے ملک میں مصنوعی ذرایع کی ایشر میں دھیان لگانے کے لئے ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ ہمارے آریہ ہمعصر صاحب اس قول سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ جو سادگی اسلام نے عبادت الہی میں دنیا کو بخشی ہے وہ کوئی اور مذہب نہیں دے سکتا۔ ایک راہ رو گھوڑے پر سوار نماز پڑھ سکتا ہے۔ جنگل میں گھر میں چھت پر غرض ہر جگہ خدا کی حمد کے ترانے گا سکتا ہے۔ لیکن ہون و سامگری کا پابند کشتا اور پوجن سادھن کا غلام کہاں سادگی اور آزادی سے ایسا کر سکتا ہے۔ سب سے افضل سب سے سادہ اور پھر سب سے موثر طریق اگر عبادت کا کوئی ہو سکتا ہے تو وہ وہی ہے جو اسلام نے دنیا کو دیا ہے۔

ملکہ معظمہ کی سالگرہ پر جو دعائیں ہندو مسلمانوں اور عیسائیوں نے قیصرہ ہند کی درازی عمر کیلئے مانگی ہیں انپر ریمارک کرتا ہوا ست دھرم پرچارک کہتا ہے کہ جسقدر عمر کرما نوسار ملی ہے اسیقدر ملکہ کو بھی بھگتنی ہے۔ اس سے اس کا مطلب صرف یہہ ہے کہ ایسی دعائیں بے فائدہ اور فضول ہیں۔ ہم اسوقت دعا کی قبولیت یا عدم قبولیت پر بحث نہ کریں گے بلکہ اپنے معزز دوست سے صرف اتنا ہی پوچھیں گے کہ کیا بعض آریہ سماجوں نے جو اظہار نمک حلالی کے لئے اس موقع پر اور دعائیں مانگی ہیں وہ تہہ دل سے نہیں؟ بلکہ محض نمایشی اور دکھاوے کیطور پر ہیں۔ اگر ایسا ہے اور ہمارے ہمعصر کے خیال کے موافق ایسا ہونا چاہیے۔ تو سخت افسوس ہے کہ ہمارے ہمعصر نے قبل از وقت کسی سرکلر کے ذریعہ آریہ برادری کو ایسا کرنیسے منع نہ کر دیا۔

اشتہار

گورنمنٹ ہند ہوم ڈیپارٹمنٹ نمبری ۸۳۶ مورخہ ۶ر مارچ ۱۸۹۷ء

جناب معلی القاب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل اُن اختیارات کے رو سے جو جناب ممدوح کو وبائی بیماریوں کے ایکٹ (نمبر ۳ ۱۸۹۷ء) کی دفعہ ۲ کی ماتحتی دفعہ (۱) کے بموجب حاصل ہیں ہدایت فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو جو یکم جنوری ۱۸۹۷ء سے اُن ممالک میں جو جناب نواب گورنر بہادر بمبئی باجلاس کونسل کے زیر انتظام ہیں یا ریاست بڑودہ یا کسی ایسے ویسے والئی ملک یا ریاست کے علاقہ میں جو زیر شاہنشاہی حضرت ملکہ معظمہ ہو [جس شاہنشاہی (کے اختیارات) کا نفاذ بذریعہ جناب نواب گورنر بہادر بمبئی باجلاس کونسل ہوتا ہو] سکونت پذیر ہو یا اُن کے اندر گیا ہو یا انہیں سے گذرا ہو تا حکم ثانی برٹش انڈیا کے کسی بندرگاہ میں کسی جہاز پر بدیں غرض سوار ہونے کی اجازت نہ دیجائے گی کہ وہ برٹش انڈیا سے باہر کے کسی بندرگاہ کو بحیثیت مزدور یا تارک الوطن کے چلا جائے۔

مکتوبات امام الزمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدومی مکرمی اخویم میر عباس علی شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

بعد ہذا آنمخدوم کا عنایت نامہ پہونچا آپ نے جو سوالات کئے ہیں انکی حقیقت خداوندکریم کو ہی معلوم ہے۔ اس احقر کے خیال میں جو گذرتا ہے وہ یہ ہے (۱) صوفی باعتبار اُس حالت کے سالک کا نام ہے کہ جب وہ اپنی تمام توجہ اور تمام عقل اور تمام اطاعت اور تمام مشغولی سے خدا تعالےٰ کی راہ میں قدم اٹھاتا ہے اور اپنی جان فشانیوں اور محنتوں اور صدقوں کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ تک پہونچ جاتا ہے تو اس حالت میں تمام کاروبار اُس کا وابستہ اوقات ہوتا ہے۔ اگر اپنے وقتوں کو ہر ایک لہو و لعب سے بچا کر یاد الہی سے معمور کرتا ہے تو اگر خدا تعالےٰ نے چاہا ہے تو کسی منزل تک پہونچ جاتا ہے۔ لیکن اگر حفظ اوقات میں خلل ہوتا ہے تو اس کا سارا کام درہم برہم ہو جاتا ہے پھر اگر چلنا چھوڑ دے بلکہ جنگل میں آرام کرنے کی نیت سے سو جائے تو قطع نظر عدم وصول سے جان کا بھی خطرہ ہے۔ سو جیسے مسافر ابن السبیل ہی سبیل کو قطع کرے تو کسی ٹھکانہ تک پہونچے ایسے ہی صوفی ابوالوقت ہے اپنے وقت کو خدا کی راہ میں لگاوے تو مقصود کو پاوے پس جبکہ حفظ وقت صوفی کے لازم حال پڑا رہے تو اپنے کام کو فردا پس فردا پر ڈالنا ہے اس کے حق میں مہلک ہے۔ اور نیز صوفی کے لئے بھی لازم ہے کہ اسی جہان میں اپنی نجات کے آثار نمایاں کا طالب ہو اور اپنے کام کے دن میں پہلے اپنی اجرت کا خواستگار ہو۔ فردا یعنے قیامت پر صوفی اپنا حساب نہیں ڈالتا اور

نسیہ اور ادھار کا روادار نہیں ہوتا بلکہ دست بدست مزدوری مانگتا ہے اور اس شریعت میں اس کا عمل ہوتا ہے۔ **من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ** پس صوفی اُن علماء کی طرح جو ظاہری ہیں نہیں ہوتا کہ جو ظاہری اعمال بطور عادت اور رسم کے بجالاکر اور تزکیہ نفس اور تنویر قلب سے یقیناً محروم رہ کر بہشت کی امید ہی باندھ رہے ہیں۔ بلکہ صوفی اسی جہان میں اپنے بہشت کو دیکھنا چاہتا ہے اور حرف وعدوں پر قناعت نہیں کرتا تو صوفی عمل کے رو سے بھی اور اجرت عمل کے رو سے بھی ابن الوقت ہے جو حفظ اوقات ہی سے اس کے سارے کام نکلتے ہیں اور حاضر الوقت نعمتوں کو پاتا ہے۔ لیکن چونکہ ہنوز اپنی ہی قوتوں اور طاقتوں اور اخلاصوں اور صدقوں اور محنتوں اور مجاہدات پر اس کا مدار ہے اور مسافر کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ قدم رکھنا اس کا کام ہے۔ اس لئے وہ صاحب حال ہے صاحب مقام نہیں۔ کیونکہ حال وہ ہے جو تغیر پذیر ہو اور مقام وہ جسکو ثبات اور قرار ہو۔ سو صوفی ابھی مسافر کی طرح ہر ایک جگہ چھوڑتا ہے دوسری جگہ جاتا ہے دوسری چھوڑتا ہے تیسری کا جاتا ہے۔ لیکن صافی وہ ہے جسکو بعد حصول فنا اتم کی عنایات اللہ نے اپنی گود میں لیلیا ہے۔ اب اسکو ان محنتوں اور مشقتوں سے کچھ غرض نہیں کہ جو صوفی کو پیش آتی ہیں کیونکہ وہ کاسات وصال سے بہرہ یاب ہوگیا ہے اور دست غیبی نے اُن ہر ایک غربت بشریت کے لوث سے مصفیٰ اور مطہر کر دیا ہے اور جو اعمال دوسروں کے لئے بوجھ ہیں اوس کے حق میں سرور اور لذت ہوگئے ہیں اور وہ تکلفات حفظ اوقات اور دوام مراقبہ و مشغولی سے برتر داخل ہے بلکہ **رجال لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ** میں داخل ہے اور اس کا سونا اور اوس کا کھانا اور اس کا ہنسنا اور کھیلنا اور دنیا کے کاموں کو بجا لانا سب عبادت ہے کیونکہ وہ منقطع اور مغرب ہے اور عنایات الٰہیہ نے اس کو اس کے نفس کے پنجہ سے چھین لیا ہے اور اُس کی سرشت کو بدلا دیا ہے۔ اب اس کا غیر پر قیاس کرنا اور غیر کا اسپر قیاس کرنا ناجائز ہے۔ صوفی بھی اُسکو نہیں پہچان سکتا کیونکہ وہ بہت ہی دور نکل گیا ہے اور وہ صاحب مقام ہے اور خدا نے اُسکو اپنی ذات سے تعلق شدید بخشا ہے اور وہ ہر ایک وقت اور حال سے فارغ ہے کیونکہ بجائے اس کے عنایت الٰہیہ کام کر رہی ہے اور وہ مست و مدہوش کی طرح پڑا ہے اور تمام آرام اس کے حق میں بصورت انعام ہو گئے ہیں اجر کی خواہش ہی اسمیں نہیں۔ صوفی معمور الاوقات ہے اور وہ فانی الذات ہے پھر معموری کیا اور وقت کیا۔ صیقل زدم آنقدر کہ آئینہ نماند۔

اس تحقیق میں دوسرے سوال کا جواب بھی آگیا۔ (۳) موسیٰ اور فرعون سے روح اور نفس امارہ کا جنگ و جدال مراد ہے جو نور روح ہے جسکو نور قلب بھی کہتے ہیں وہ ہر وقت قالوا بلیٰ کا نعرہ مار رہا ہے اور بارگاہ خدا میں اپنی لذت اور سرور چاہتا ہے اور موسیٰ کی طرح شرور کا دشمن ہے اور نفس امارہ شرور کا خواہاں ہے اور شہوت کا طالب۔ اُن دونوں میں موسیٰ اور فرعون کی طرح جنگ ہو رہا ہے یہ جنگ اُسی وقت تک رہتا ہے جب انسان اپنی ہستی کو مقصود ٹھہرا کر فنا فی اللہ کی حالت سے گرا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن جب انسان اپنی ہستی سے بالکل کھویا جاتا ہے تو وہ پہلی بیرنگی جو عالم ہستی میں اسکو حاصل تھی پھر حاصل ہو جاتی ہے اور کوئی شائبہ وجود کا باقی نہیں رہتا اس مرتبہ پر نفس امارہ اور نور قلب کا جنگ ختم ہو جاتا ہے اور شہوات نفسانی حظوظ کا حکم پیدا کر لیتے ہیں اور فانی کا کھانا پینا ازواج متعددہ کرنا وغیرہ امور جائے اعتراض نہیں ٹھہرتا اور نہ کچھ اسکو ضرر کرتا ہے کیونکہ وہ فانی ہے اور اب یہ خدا کے کام ہیں جو اس پر جاری ہوتے ہیں سو اس مقام پر آکر موسیٰ اور فرعون کی صلح ہو جاتی ہے۔ (۴) حرص و ہوا سے اول چیز جو انسان کو روکتی ہے جذبہ الٰہی ہے وہی جذبہ انسان کو صالحین کی صحبت کی طرف کھینچتا ہے وہی اسکو کسی صالح کا مرید کراتا ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ انسان گناہ کرتا ہے پھر حضرت خداوندی میں روتا ہے کہ مجھ سے گناہ ہوگیا خدائے تعالےٰ اسکو بخش دیتا ہے اور اپنے فرشتوں کے روبرو اُسکی تعریف کرتا ہے پھر چند روز پاکر اُس بندہ عاجز سے گناہ ہو جاتا ہے پھر وہ جناب الٰہی میں روتا ہے چلاتا ہے اور ہر بار خدا تعالےٰ اُسکو بخشتا جاتا ہے اور فرشتوں کے روبروی اسکی تعریف کرتا ہے آخر اسکو کہتا ہے **اعمل ماشئت فانی غفرت لک** یعنے اب جو تیری مرضی ہو کر میں نے تجھکو بخشدیا ہے۔ سو اسی روز سے وہ محفوظ ہوتا ہے۔ اور پھر ہوا و ہوس اُسپر غالب نہیں ہو سکتی۔ غرض جیسے جسمانی پیدایش کی ابتدا خدا ہی کی طرف سے ہے روحانی پیدایش کی ابتدا بھی خدا کی ہی طرف سے ہے۔ **یھدی من یشاء ویضل من یشاء**۔ جسکو وہ بلاتا ہے وہ دوسرے کی بھی سن لیتا ہے مگر جسکو وہ نہیں بلاتا وہ کسیکی نہیں سنتا جیسے کہ خود اُس نے فرمایا ہے **من یھدی اللہ فھو المھتدی ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا**۔ الجزو نمبر ۱۵۔ سورہ کہف یعنے ہدایت وہی پاتا ہے جسکو خدا ہدایت دے اور جس کو خدا گمراہ رکھنا چاہتا ہے اسکو کوئی مرشد ہدایت نہیں دے سکتا۔ چند انگریزی فقرات جو الہام ہوئے تھے وہ مطبع میں بھیجدیئے گئے اس جگہ کوئی انگریزی خوان نہیں ایک ہندو لڑکا قادیاں کا لاہور پڑھتا ہے اوس نے دیکھے تھے۔

مرزا غلام احمد

دارالامان کا ہفتہ

مدرسہ تعلیم الاسلام

مدرسہ کی عام حالت روبہ ترقی ہے جو آخر مئی ۱۸۹۹ء کو درج رجسٹر طلباء کی تعداد ۸۹ تھی یعنے اوسط حاضری روزانہ ۷۶۔ کمیٹی نے مدرسہ کو زیادہ بہتر حالت میں بنانے کے لئے میاں شیر علی صاحب بی اے کو ہیڈ ماسٹر مقرر فرمایا ہے۔ اسوقت مدرسہ میں سات استاد کام کرتے ہیں لڑکوں کی جسمانی تعلیم کے لئے ایک ڈرل ماسٹر اور مانیٹر مقرر ہے۔ بورڈنگ ہوس کا انتظام ایک متدین سپرنٹنڈنٹ صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارے دوستوں کو مدرسہ کی امداد کی طرف بہت بڑی توجہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ مدرسہ کی عمارت کے کام کی وجہ سے سرمایہ بہت خرچ ہو چکا ہے۔

آمد و رفت مہمانان

ہفتہ زیر اشاعت میں مندرجہ ذیل احباب تشریف لائے۔ جناب مرزا نیاز بیگ صاحب پنشنر ضلعدار کلانور سے۔ جناب مرزا ایوب بیگ صاحب سائنس ماسٹر چیفس کالج لاہور۔ جناب میاں معراج الدین صاحب لاہور۔ مرزا غلام حمید بیگ صاحب چونی ضلع لاہور۔ شیخ عبد الصمد صاحب لاہور سے۔ خلیفہ نور الدین صاحب جموں سے۔ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی۔

حضرت اقدس آجکل کیا کر رہے ہیں

حضرت اقدس کی توجہ آجکل ہمہ تن "مسیح ہندوستان میں" کے نام کی کتاب کی تصنیف میں مصروف ہے۔ اور خدا کا احسان ہے کہ بڑے اہتمام سے اس کتاب کی تصنیف کا سلسلہ جاری ہے۔ ۶۷ صفحہ تک کتاب مذکور اردو میں چھپ چکی ہے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے اس کا انگریزی میں ترجمہ کر رہے ہیں۔ اصل کتاب کے ترجمہ سے پہلے مولوی صاحب موصوف نے ایک مضمون اپنی طرف سے لکھا ہے جو گویا حضرت اقدس کی سوانح کا آئینہ ہے۔ یہ مضمون صرف انگریزی ترجمہ کے ساتھ ہوگا اردو کے ساتھ نہ ہوگا۔

جناب مولوی عبد الکریم صاحب

مولوی صاحب خدا کے فضل و کرم سے حسب معمول حضرت اقدس کے خطوط کے جواب میں بہت بڑی محنت اور خلوص سے حصہ لے رہے ہیں۔ خطوط کا جواب عموماً مولوی صاحب دیتے ہیں۔ نماز پنجگانہ اور جمعہ کے امام بھی آپ ہی ہیں۔ مدرسہ کے مینیجنگ کمیٹی کے سکرٹری بھی ہیں۔

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب

خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے جو فہم قرآن کا مولانا صاحب کو دیا ہے۔ خدا کرے ہمکو اور ہمارے دوستوں بلکہ ہر مسلمان کو نصیب ہو۔ حسب معمول مولوی صاحب کا درس قرآن شریف ہوتا رہتا ہے جو ایک وسیع واقفیت اور معارف قرآنی کا مخزن ہوتا ہے۔

آجکل پانچواں سیپارہ شروع ہے۔ مولوی صاحب کا خاندان بھی بفضل الٰہی بخیریت ہے۔ مولانا صاحب نے جہاں ایک طرف بنی نوع انسان کی روحانی بھلائی کے لئے قرآن کریم کا درس شروع کر رکھا ہے۔ وہاں جسمانی بہتری کے لئے اپنے خرچ خاص سے ایک شفاخانہ بھی جاری کیا ہوا ہے۔ جس سے غربا کو مفت دوائی ملتی ہے۔

جزاہم اللہ احسن الجزاء

جو شخص انسان کا شکریہ نہیں کرتا وہ خدا کا شکریہ بھی نہیں بجا لا سکتا۔ پس اگر ہم اپنے مکرم بھائی محمد افضل صاحب اور معزز ہمدرد حافظ نور احمد صاحب تاجر کپڑہ ممباسہ کی اوس گرانقدر امداد کے شکر گذار نہوں جو انھوں نے حال میں ۱۵۰ اور ۳۰ سے علی الترتیب فرمائی ہے تو کچھ شک نہیں کہ خدا کے بھی گنہگار ہوں گے اور ہم ایسی خطاکاری سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

پچھلے سال برادرم محمد افضل صاحب نے ایک سو روپیہ نقد بھیجکر کارخانہ اخبار الحکم میں شراکت چاہی تھی جسکو وہ کسی وجہ سے قائم نہ رکھ سکے۔ چونکہ وہ سو روپیہ اخبار الحکم کی ضروریات میں خرچ ہو چکا تھا۔ اور کارخانہ اس کا ایک نہج سے زیر بار تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل فضل و احسان سے بابو محمد افضل صاحب کو اور حافظ صاحب کو توفیق دی کہ وہ اس زیر باری سے محض خدا کی خوشنودی کے لئے الحکم کو سبکدوش کریں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ ہم اپنے بھائیوں کی اس گرانقدر امداد کے از حد ممنون ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انکو اپنے مقاصد میں کامیاب فرماوے۔ آمین

ثم آمین

ادھر اودھر کی خبریں

ٹانجیر سے آئی ہوئی خبریں مظہر ہیں کہ سلطان مراقش نے روسی سفیر سے نہایت شان و شوکت سے ملاقات کی۔ لیکن اس موقعہ پر یہ بیان کرنا بیجا نہ ہوگا کہ مراقش میں اسکو نہ کوئی استحقاق حاصل ہے نہ یہاں پر اسکی کوئی رعایا ہے۔ الغرض اثنائے ملاقات میں ایک بدمزگی واقع ہوئی۔ یہہ بات مشہور ہے کہ سلطان تمام غیر ملکی سفراء سے ایک بڑے دربار میں ملاقات کرتے ہیں اور وہ خود گھوڑے پر سوار رہا کرتے ہیں۔ جسوقت ملاقات ختم ہوئی سفیر اپنے گھوڑے پر سوار ہونے چلا اور پھر پھسل کر گر پڑا۔ سفیر کو وہاں سے اٹھا کر مکان پر پہونچا دیا گیا جہاں سلطان کے پاس سے بار بار خط موصول ہوا کرتے تھے۔ اس حادثہ کی وجہ سے سفیر کو زیادہ دیر تک ٹھہرنا پڑا۔ گو مراقش میں اتنی دیر ٹھہرنے کا ارادہ نہ تھا۔

"لوکل انزیگر" جو برلن سے شایع ہوتا ہے مظہر ہے کہ اسکو سینٹ پیٹرزبرگ سے خبر ملی ہے کہ روسی معدنی انجمن نے تلاش معدنیات کے لئے تمام صوبہ آذربایجان کا ستر سال کا ٹھیکہ لیا ہے۔ روسی سفیر طہران نے اس رعایت کیلئے بڑی تائید کی ہے اور خود شاہ ایران نے یکم مارچ کو اپنے دستخط کئے۔ اجرائے حصص کے وقت روسی سرمایہ کو ترجیح دیجائے گی۔ اس سوسائٹی کا یہ فرض ہوگا کہ وہ جواہرات اور فلزات نکالے گی۔ سڑکیں اور ریلوے تعمیر کریگی اور نہر اماس کے انتظام کو اپنے ذمہ لیگی۔ اس صوبہ آذربایجان میں تمام ایران شامل ہے اور تانبا بکثرت ملتا ہے۔

ایشیائے کوچک کے مفلس زراعت کو برٹش کیمرج سے جو تائید دیجاتی ہے اسمیں فلاکت زدہ مسلمانوں کا بھی لحاظ کیا جائے گا۔ اعلیٰ عثمانی دائروں میں اس امر کی بڑی تعریف ہوئی ہے۔

بغداد کے تاجروں نے ۲۰ لاکھ پونڈ کے سرمایہ سے کمپنی قائم کی کہ اسمعظمین سے نجف تک ۵۵ میل ریل بنائیں۔ اجارہ دولت نے